Fikr-o-Nasar (Islamabad) 17:7 (1980)

شرعِ محمدی اور دُنیا کے دیگر قوانین

سراج احمد فاروقی

اسلامی شریعت سے قبل کئی شریعتیں تھیں جن میں سے بعض اللہ کی طرف سے نازل کردہ تھیں جن کو شریعت الٰہی یا آسمانی شریعت کہتے ہیں اور ان میں سے بعض انسانوں کی بنائی ہوئی شریعتیں تھیں جن کو وضعی شریعت کہتے ہیں۔ اس مضمون میں ہم شریعت کی ان دونوں اقسام سے اسلامی شریعت کے تعلق کا جائزہ لینا چاہتے ہیں۔

رومن لا کو ہم نے وضعی شریعت کی حیثیت سے اختیار کیا ہے اس لئے کہ یہی وہ قدیم ترین قانون ہے جس کا بعد کے قوانین میں بڑا اثر ہے نیز مستشرقین وغیرہ کے درمیان یہ بات ہمیشہ باعث نزاع رہی ہے کہ رومی قانون سے اسلامی شریعت کس حد تک متاثر ہوئی ہے لہذا ہم اس بحث کو دو فصلوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

پہلی فصل

آسمانی شریعتوں سے اسلامی شریعت کا تعلق

آسمانی شرائع بے شمار ہیں اس لئے کہ کوئی ایسی امت نہیں گذری جس میں اللہ تعالیٰ نے ایسا رسول

نہ بھیجا ہو جس نے اپنی شریعت اور احکام الٰہی کی تبلیغ اپنی امت میں نہ کی ہو۔ جیساکہ ارشاد خداوندی ہے :-

وان من امة الا خلا فیھا نذیر (۱) یعنی کوئی امت ایسی نہیں ہے جس میں ڈرانے والا نہ آیا ہو۔

اور یہ تمام الٰہی شریعتیں دین کے اصول و عقائد میں ایک دوسرے سے موافق و مشابہ ہیں مثلاً اللہ پر ایمان لانا، صرف اسی کا بندگی کے لائق ہونا، عمل میں اس کے لئے خلوص ہونا، آخرت پر ایمان لانا اور عمل صالح کے ذریعے اس کے لئے تیاری کرنا اور شرک کو ترک کرنا جیساکہ ایک آیت میں ارشاد ہے :-

وما ارسلنا من قبلک من رسول الا نوحی الیہ انہ لا الہ الا انا فاعبدون (۲)

یعنی ہم نے آپ سے پہلے کوئی ایسا رسول نہیں بھیجا جس کے پاس یہ وحی نہ بھیجی ہو کہ میرے علاوہ کسی کی بندگی نہ کرو۔

ایک اور آیت میں ارشاد ہے :-

ولقد بعثنا فی کل امة رسولا ان اعبدوا اللہ واجتنبوا الطاغوت (۳)

یعنی ہم ہر امت میں کوئی نبی بھیجتے رہے ہیں تاکہ تم اللہ کی عبادت کرو اور شیطان سے بچتے رہو۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے :-

شرع لکم من الدین ما وصی بہ نوحا والذی اوحینا الیہ وما وصینا بہ ابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا (۴)

یعنی اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کے لئے وہی دین مقرر کیا ہے جس کا اس نے نوح کو حکم دیا تھا اور جس کو ہم نے آپ کے پاس وحی کے ذریعے سے بھیجا ہے اور جس کا ہم نے ابراہیم اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو حکم دیا تھا کہ

اس دین کو قائم رکھنا اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا۔

لہٰذا آسمانی شرائع اپنے ماخذ، اصول عقیدہ اور مقاصد تشریع کے لحاظ سے ایک ہیں البتہ وہ عملی احکام اور جزئی تفصیلات میں مختلف ہیں جن کے ذریعے افراد کا اپنے خالق سے تعلق یا افراد کے باہمی تعلق کو منظم کیا گیا ہے۔ ارشاد باری ہے:

لکل جعلنا منکم شرعۃ ومنھاجا (۵)

یعنی تم میں سے ہر ایک کے لئے ہم نے خاص شریعت اور خاص طریقت بنائی ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:۔

ثم جعلناک علی شریعۃ من الامر فاتبعھا ولا تتبع اھواء الذین لا یعلمون (۶)

یعنی پھر ہم نے آپ کو دین کے ایک خاص طریقہ پر کر دیا۔ سو آپ اسی طریقہ پر چلے جائیے اور نادانوں کی خواہشوں پر نہ چلیئے۔

شریعت نام ہے فرائض وحدود و اوامر ونواہی کا اور ان کے علاوہ کچھ نہیں ہے جیسا کہ امام جریر طبری نے حضرت قتادہ سے روایت کی ہے کہ:۔

الشریعۃ ھی الاحکام العملیۃ المنظمۃ لشؤن الافراد (۷)

یعنی شریعت نام ہے ان عملی احکام کا جو لوگوں کے مختلف احوال کے لئے منظم کئے گئے ہیں۔

اور یہ احکام کبھی منسوخ ہو جاتے ہیں اس طرح کہ بعد والی شریعت پہلی شریعت کو منسوخ کر دیتی ہے اور کبھی بعد والی شریعت میں نفس حکم بغیر نسخ کے باقی رہتا ہے جیسے قصاص توریت کی شریعت میں موجود تھا اور قرآن کی شریعت میں بھی باقی ہے (۸)

شریعت اسلامی اور سابقہ شرائع آسمانی میں مندرجہ ذیل تعلقات ہیں:۔

۱۔ وحدت ماخذ

تمام آسمانی شرائع کا ماخذ جس میں اسلامی شریعت بھی داخل ہے ایک ہے اور وہ اللہ

تعالیٰ ہے جو ان شرائع کو نازل کرنے والا اور ان کے احکام کو شریعت بنانے والا ہے اور رسولوں کا کام تو صرف ان شرائع کو لوگوں تک پہنچانا ہے۔

۲۔ اصول و مقاصد کی وحدت

تمام آسمانی شرائع عقائد کی طرف دعوت دینے کے اصول میں مشابہ ہیں اور تشریع عامہ کے مقاصد میں بھی ایک دوسرے کے مشابہ ہیں جیسے اعمال صالحہ کے ذریعے تزکیہ نفس اور لوگوں کو صراط مستقیم کی ہدایت کی حرص، دنیا میں خیر و صلاح اور آخرت میں سعادت کا حصول۔ (۹)

۳۔ اسلامی شریعت گذشتہ شرائع کی ناسخ ہے

شریعت اسلامی چونکہ آخری شریعت ہے اس لئے وہ اپنے سے قبل کی شرائع کی ناسخ ہے اور اب صرف وہ واجب الاتباع ہے جیساکہ ارشاد باری ہے:

وانزلنا اليك بالحق مصدقا لما بين يديه من الكتاب ومهيمنا عليه فاحكم بينهم بما انزل الله ولا تتبع اهواءهم عما جاءك من الحق لكل جعلنا منكم شرعة ومنهاجا۔ (۱۰)

یعنی اور ہم نے یہ کتاب آپ کے پاس بھیجی ہے جو خود بھی صدق کے ساتھ موصوف ہے اور اس سے پہلے جو کتابیں ہیں ان کی بھی تصدیق کرتی ہے اور ان کتابوں کی محافظ ہے تو ان کے باہمی معاملات میں اسی بھیجی ہوئی کتاب کے موافق فیصلہ فرمایا کیجئے اور یہ جو سچی کتاب آپ کو ملی ہے اس سے دور ہو کر ان کی خواہشوں پر عمل درآمد نہ کیجئے تم میں سے ہر ایک کے لئے ہم نے خاص شریعت اور خاص طریقت تجویز کی تھی۔

اس آیت کا مقصد یہ ہے کہ ہم نے تم پر قرآن نازل کیا جس نے دین کو مکمل کیا لہذا اس کے مطابق سابق شریعت والوں کے درمیان فیصلہ کیجئے جس طرح مسلمانوں کے درمیان آپ فیصلہ کرتے ہیں ان احکام کے ذریعے جو ہم نے تم پر نازل کئے ہیں نہ کہ ان احکام کے ذریعے

جو ہم نے امم سابقہ پر نازل کئے ہیں اس لئے کہ اسلامی شریعت ان شرائع کی ناسخ ہے۔ (۱۱)

۴۔ شریعت اسلامی کے تمام احکام کی بنیاد وحی الٰہی ہے۔

شریعت اسلامی کے تمام احکام وحی الٰہی پر قائم ہیں اور گذشتہ شرائع سے ماخوذ نہیں ہیں اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف وحی الٰہی کی پیروی کرتے ہیں جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے :۔

قل انما اتبع ما یوحی الی (۱۲)

یعنی آپ فرما دیجئے کہ میں تو صرف اسی کا اتباع کرتا ہوں جو مجھ پر میرے رب کی طرف سے حکم بھیجا گیا ہے۔

یا دوسری جگہ ارشاد ہے :۔

ان اتبع الا ما یوحی الی (۱۲) الف

یعنی میں تو صرف اسی کا اتباع کرتا ہوں جو میرے پاس وحی آتی ہے۔ اسلامی شریعت اور سابقہ آسمانی شرائع کے بعض احکام میں جو مشابہت پائی جاتی ہے تو اللہ تعالےٰ نے اس کی تصریح فرمادی ہے جیسا کہ ارشاد ہے :۔

یٰایھا الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون (۱۳)

یعنی اے ایمان والو تم پر روزہ فرض کیا گیا جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا اس توقع پر کہ تم روزے کی بدولت رفتہ رفتہ متقی بن جاؤ۔ لہٰذا ہم شریعت اسلامی کے احکام کے اس لئے مکلف ہیں کہ وہ ہم پر نازل ہوئے ہیں نہ اس لئے کہ وہ ہم سے قبل کی شریعت میں موجود تھے (۱۴)

۵۔ گذشتہ شریعتوں کے احکام ہمارے لئے تشریعی حیثیت نہیں رکھتے۔

شرائع سابقہ کے وہ احکام جن کی طرف قرآن یا سنت نے اشارہ کیا ہے لیکن نہ ان کا انکار کیا ہے اور نہ اقرار اور نہ ہمارے حق میں ان کے منسوخ ہونے پر کوئی دلیل قائم ہوئی ہے ایسے احکام ہمارے لئے نہ تو تشریع کی حیثیت سے معتبر ہیں اور نہ ہی ہماری شریعت کا جزو ہیں۔ جمہور فقہاء کی یہی رائے ہے اور بعض کی یہ رائے ہے کہ وہ ہماری شریعت کا جزو ہیں لیکن پہلی رائے راجح ہے اس لئے کہ ہمارے اوپر صرف اس چیز کی اتباع ضروری ہے جو اللہ تعالٰے نے اپنے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی ہے جیساکہ آیات مندرجہ بالا سے واضح ہوتا ہے کہ ہر رسول کی ایک خاص تشریع ہوتی ہے جسے وہ لوگوں تک پہنچاتا ہے ان میں سے ایک آیت یہ ہے :۔

لکل جعلنا منکم شرعة ومنهاجا (۱۵)

یعنی تم میں سے ہر ایک کے لئے ہم نے خاص شریعت اور خاص طریقت بنائی ہے اور دوسری آیت یہ ہے :۔

ثم جعلناك على شريعة من الامر فاتبعها ولا تتبع اهواء الذين لا يعلمون (۱۶)

یعنی پھر ہم نے آپ کو دین کے ایک خاص طریقہ پر کر دیا سو آپ اسی طریقہ پر چلے جائیے اور نادانوں کی خواہشوں پر نہ چلئے۔

دوسری فصل

اسلامی شریعت کا رومن قانون سے تعلق

اسلام ملک عرب میں ظہور پذیر ہوا اور اسلام لانے کے بعد عرب قریب اور دور کے ملکوں کی طرف روانہ ہوئے اور مختصر مدت میں ان کو فتح کر کے ان پر غلبہ حاصل کر لیا۔ ان

مفتوحہ ممالک میں وہ ملک بھی شامل تھے جو حکومت روما کے تحت تھے جیسے شام اور مصر وغیرہ اس فتح کے نتیجہ میں اسلامی شریعت نے رومن قانون کی جگہ لے لی۔ اس کی وجہ سے بڑے بڑے مستشرقین یہ کہنے لگے کہ شریعت اسلامی رومن قانون سے متاثر ہوئی ہے اور اس سے مدد حاصل کی ہے اور وہی اس کا ماخذ ہے اور فقہاء شریعت اسلامی نے اسی کے قواعد پہ اپنے قانون کی بنیاد رکھی ہے گولڈ زیہر (GOLDZIHR) فون کریمر (VON KREMER) اور شیلڈن آموس (SHELDON AMOS) کی یہی رائے ہے بلکہ موخرالذکر کا تو یہ قول ہے کہ شرع محمدی رومن قانون کے سوا کچھ نہیں ہے جس کو عرب ممالک کے سیاسی احوال کے مطابق ڈھال لیا گیا ہے بلکہ وہ تو یہ بھی کہتا ہے کہ قانون محمدی قسطنطین کے قانون کے سوا کچھ بھی نہیں ہے جس کو عربی جامہ پہنا دیا گیا ہے۔ اور دوسرے گروہ کا خیال یہ ہے کہ شریعت اسلامی محض اپنے بعض احکام میں رومن قانون سے متاثر ہوئی ہے (۱۷)

لیکن اس نظریہ تاثر کے ظہور کے مختصر عرصہ بعد ہی اس کے خلاف رائے قائم ہو گئی۔ یہ لوگ شریعت اسلامی کے رومن قانون سے متاثر ہونے کی نفی کرتے ہیں مثلاً اطالوی مستشرق نالینو (NALLINO) اور پروفیسر فیتز جیرالڈ (FITZGERALD) اور مصر کے بعض ماہرین قانون اسی خیال کے ہمنوا ہیں جیسے استاد علی البدوی، ڈاکٹر عبدالرزاق السنہوری، ڈاکٹر شحاتہ ڈاکٹر محمد یوسف موسیٰ اور استاد محمد سلام

لیکن ایک تیسری رائے بھی ہے کہ رومن قانون اسلامی شریعت سے متاثر ہوا ہے ہم اس کو بعد میں ذکر کریں گے۔

شریعت اسلامی کے رومن قانون سے متاثر ہونے کے قائلین کے دلائل (۱۸)

جو لوگ شریعت اسلامی کے رومن قانون سے متاثر ہونے کے قائل ہیں ان کے حسب ذیل دلائل ہیں:۔

۱ محمد صلی اللہ علیہ وسلم رومن بیز نطینی قانون سے پوری طرح واقف تھے جو کہ رومن حکومت کے مشرقی حصے میں رائج تھا۔ اس وجہ سے رومن قانون کے قواعد شریعت اسلامی میں داخل ہو گئے۔

۲۔ رومن قانون کے مدارس قیصریہ، بیروت، قسطنطنیہ اور اسکندریہ میں تھے اسی طرح رومن حکومت کے ممالک میں ایسی عدالتیں موجود تھیں جن میں رومن قانون کے مطابق فیصلے ہوتے تھے۔ اور یہ مدارس اور عدالتیں فتح اسلامی کے بعد بھی باقی رہے جس کی وجہ سے مسلم فقہاء ان عدالتوں کے احکام اور ان مدارس کے فقہاء کی آراء سے واقف ہوئے اور انہوں نے ان احکام اور آراء کو فقہ اسلامی میں منتقل کیا۔ اور اکثر مسلم فقہاء مثلاً امام اوزاعی اور امام شافعی وغیرہ ان سے متاثر ہوئے۔

۳۔ شریعت اسلامی کے فقہاء فتح کے بعد رومن حکومتوں کے شہروں میں پھیل گئے جس کی وجہ سے رومن قانون کے علماء سے ان کا میل جول ہوا اور ان کے احکام سے یہ لوگ واقف ہوئے اور چونکہ مفتوحہ ممالک اس قانون کے عادی تھے۔ اس لئے فقہاء شریعت نے ان سے وہ قوانین اخذ کر لئے جن سے شریعت واقف نہ تھی اور ان کو اپنے ممالک کے حالات کے مطابق قانونی سانچے میں ڈھال لیا۔

۴۔ رومن قانون نے جاہلی قانون اور یہودی شریعت کی کتاب تلمود کے راستے سے اسلامی شریعت میں اثر کیا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جاہلی قانون رومن قانون سے متاثر ہے اور رومن قانون کے بعض قواعد جاہلی قانون میں داخل ہو گئے جیسے کہ یہ قواعد تلمود میں داخل ہو گئے تھے اور چونکہ اسلامی شریعت نے جاہلی عرب کے بعض نظام کو برقرار رکھا ہے اس لئے اس راستے سے رومن قانون کے بعض قواعد شریعت اسلامی کے احکام میں داخل ہو گئے۔ اسی طرح فقہاء اسلام

نے تلمود کے بعض احکام کو لیا ہے جس کی وجہ سے رومن قانون کے وہ احکام جو تلمود میں موجود ہیں اسلامی شریعت میں داخل ہو گئے۔

۵۔ اسلامی شریعت کے رومن قانون سے متاثر ہونے کی واضح دلیلوں میں سے ایک دلیل قانونی نظام احکام و قواعد میں دونوں قوانین کا مشابہ ہونا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بعد میں آنے والی شریعت یعنی اسلامی شریعت نے پہلے آنے والی شریعت یعنی رومن قانون کی خوشہ چینی کی ہے اس لئے کہ بعد میں آنے والا پہلے آنے والے کی خوشہ چینی کرتا ہے اور اس کا الٹا نہیں ہوتا۔

<u>پہلی دلیل کا رد</u> : نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ گمان کرنا کہ آپ کو رومن قانون کا کوئی علم تھا ایک باطل گمان ہے جس کے متعلق کوئی علمی یا تحقیقی دلیل موجود نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ بات معلوم ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اصلی عربی گھرانے میں مکہ میں پیدا ہوئے اور مکہ ایک خالص عربی شہر تھا جس میں رومن قانون کی تقلید کا کوئی اثر نہیں تھا اور نہ ہی وہاں کوئی ایسا شخص موجود تھا جو اس قانون سے واقف ہو۔ نیز بعثت سے قبل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سوائے دو مرتبہ کے مکہ چھوڑ کر جزیرۃ العرب سے باہر تشریف نہیں لے گئے پہلی مرتبہ نو یا بارہ سال کی عمر میں اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ ملک شام کے شہر بصری میں بغرض تجارت تشریف لے گئے تھے اور دوسری مرتبہ پچیس سال کی عمر میں حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا کی طرف سے تجارت کے سلسلے میں ان کے غلام میسرہ کے ساتھ اسی شہر بصری میں تشریف لے گئے تھے اور وہاں صرف چند روز قیام کیا تھا۔ اس کے بعد واپس تشریف لے آئے تھے (۱۹)

ان دونوں سفروں میں آپ کے ہمراہ خالص عرب کے علاوہ کوئی اور نہ تھا اور ان میں سے کسی کو رومن قانون سے واقفیت نہ تھی اسی طرح شہر بصری میں رومن قانون کے علماء اور واقفکاروں میں سے کسی سے آپ کی ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ اور وہاں کوئی ایسی وجہ موجود نہ تھی کہ رومن حکام یا فقہاء نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بعثت سے قبل بصری کے قیام کے دوران رومن قانون کی تعلیم دیتے۔ اور عرب تجار جو ملک شام جاتے تھے ان میں اس قسم کی تعلیم کا کوئی رواج نہ تھا۔ نیز

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ آپ رومن قانون سے کتابوں اور تحریروں کے ذریعے واقف ہوئے ہوں اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم امی تھے لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے :۔

وماکنت تتلو من قبلہ من کتاب ولا تخطہ بیمینک اذاً لارتاب المبطلون (۲۰)

یعنی اور آپ اس کتاب سے پہلے نہ کوئی کتاب پڑھے ہوئے تھے اور نہ کوئی کتاب اپنے ہاتھ سے لکھ سکتے تھے کہ ایسی حالت میں یہ ناحق شناس لوگ کچھ شبہ نکالتے ۔

اور چونکہ شریعت اسلامی کی بنیاد اللہ کی وحی پر ہے اس لئے یہ محال ہے کہ اس وحی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سہواً یا قصداً رومن قانون کو شامل کر دیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کی خود ذمہ داری لی ہے جیسا کہ ارشاد ہے :۔

انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون (۲۱)

یعنی ہم نے ہی قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں ۔

نیز ارشاد ہے :۔

ولو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ولقطعنا منہ الوتین (۲۲)

یعنی اور اگر یہ ہمارے ذمہ کچھ باتیں لگا دیتے تو ہم ان کا داہنا ہاتھ پکڑتے پھر ہم ان کے دل کی رگ کاٹ ڈالتے ۔

دوسری دلیل کا رد :۔ ان کی یہ دلیل کہ رومن حکومت کے شہروں میں قانون کے مدرسے اور محکمے قائم تھے جس سے مسلمان فقہاء نے استفادہ کیا یہ ایک ایسی لغو دلیل ہے جس کی صحت کی کوئی بنیاد نہیں ہے اور تاریخ اس کا انکار کرتی ہے اس لئے کہ رومن حکومت کے شہنشاہ قسطنطین نے ۱۶ دسمبر ۵۳۳ م کو ایک دستور نافذ کیا جس کے ذریعے رومن حکومت کے قانون کے تمام مدارس کو بند کر دیا گیا سوائے روم ، قسطنطنیہ اور بیروت کے مدارس کے (۲۳) لہٰذا یہ کہنا کہ مسلمان فقہاء

اسکندریہ کے مدرسہ سے متاثر ہوئے ایک باطل دعویٰ ہے اس لئے کہ مسلمانوں نے اس شہر کو سنہ ۶۴۱ء میں فتح کیا اور قسطنطین نے دستور کے ذریعے اس مدرسہ کو مسلمانوں کے اس شہر کو فتح کرنے سے پہلے ہی بند کر دیا تھا۔

اسی طرح روم اور قسطنطنیہ کے مدرسوں کا بھی مسلمان فقہاء پہ کوئی اثر نہیں تھا اس لئے کہ روم کو تو مسلمانوں نے فتح ہی نہیں کیا اور قسطنطنیہ کو سنہ ۱۴۹۲ء میں فتح کیا اور فتح سے پہلے اسلامی حکومت اور قسطنطنیہ کے درمیان کوئی روابط نہیں تھے حتیٰ کہ مسلمان فقہاء کو وہاں تک پہنچنے اور وہاں کی تدریس سے واقفیت کا موقعہ ملتا۔ اور جہاں تک بیروت کے مدرسہ کا تعلق ہے تو مسلمانوں کے اس کو فتح کرنے سے تین چوتھائی صدی قبل ہی وہ مدرسہ ختم ہو چکا تھا (۲۴) لہٰذا فقہ اسلامی میں ایک ایسے مدرسہ کی تاثیر کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا جس کا کوئی وجود ہی نہ ہو۔ اور اس تاریخی حقیقت کی بناء پر ان کا یہ دعویٰ بالکل باطل ہے کہ امام اوزاعی اور امام شافعی بیروت کے مدرسہ اور اس کے فقہاء کی آراء سے متاثر ہوئے تھے۔ بلکہ ہم یہ اضافہ کرتے ہیں کہ امام شافعی کی کتاب الام میں امام اوزاعی کی جو فقہ منقول ہے وہ اس امر پہ دلالت کرتی ہے کہ امام اوزاعی اہل حدیث کے مکتب فکر کے فقہاء میں سے ہیں نہ کہ اہل رائے کے مکتب فکر کے۔ اور اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ اہل حدیث کے مکتب فکر کے فقہا کو رومن قانون کا علم تھا تب بھی وہ لوگ رومن قانون سے متاثر ہونے میں سب سے زیادہ دور تھے۔ اور جہاں تک امام شافعی کا تعلق ہے تو وہ غزہ میں پیدا ہوئے اور دودھ چھوڑنے کے بعد مکہ منتقل ہو گئے جہاں وہ بڑے ہوئے اور وہاں کے علماء سے استفادہ کیا پھر مدینہ رحلت کی جہاں امام مالک کے ساتھ رہے اور ان سے فقہ حاصل کی پھر یمن چلے گئے اور وہاں کی فقہ سے واقف ہوئے پھر عراق گئے اور امام محمد بن الحسن الشیبانی سے ملاقات کی اور ان سے امام ابو حنیفہ کی فقہ سنی اور وفات سے چار پانچ سال قبل مصر میں قیام کیا (۲۵) اس سے پتہ چلتا ہے کہ امام شافعی نے رومن قانون کے مراکز سے دور دراز شہروں میں فقہ حاصل کی اور اس میں پختگی و مہارت پیدا کی لہٰذا

یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ وہ رومن قانون سے متاثر ہوئے یا اس سے مطلع ہوئے۔

تیسری دلیل کا رد :۔ جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں اس دلیل کے دو حصے ہیں (پہلا حصہ) فقہاء شریعت اسلامی رومن مفتوحہ ممالک میں پھیل گئے تھے جس کی وجہ سے وہ رومن قانون سے مطلع ہوئے (دوسرا حصہ) شریعت اسلامی کے فقہاء نے رومن قانون کے ان قواعد کو جن سے شریعت اسلامی واقف ہوئی اپنے علاقہ کے حالات کے مطابق ڈھال لیا۔ لیکن یہ دونوں دلیلیں بے جان ہیں اس لئے کہ دوسری دلیل کے رد کے سلسلے میں ہم یہ بات بیان کر چکے ہیں کہ اسلامی شریعت کے فقہاء رومن قانون کے مدارس سے متاثر نہیں ہوئے اور اس پر یہ اضافہ کرتے ہیں کہ رومن مفتوحہ ممالک میں ان کے پھیل جانے کی وجہ سے ان کو رومن قانون کی واقفیت ممکن نہیں ہوئی اس لئے کہ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ فقہاء شریعت اس قانون سے مطلع ہی نہیں ہوئے اور اگر انہیں رومن قانون کا کچھ بھی علم ہوا ہوتا تو اپنی فقہی کتب میں اس کی طرف ضرور اشارہ کرتے جیسا کہ انہوں نے فلسفہ، ادب اور طب کے علوم میں کیا ہے جو کہ انہوں نے یونان اور فارس سے اخذ کئے تھے (۲۶) نیز رومن قانون کے متون یا شروح کا عربی زبان میں ترجمہ نہ تو فقہاء اسلام نے کیا اور نہ ان کے علاوہ کسی اور نے کیا۔ اگر انہیں کوئی چیز بھی ملتی تو اس کا پتہ ضرور چلتا اور تاریخ کم از کم ایک کتاب یا ایک رسالہ ضرور محفوظ رکھتی جسے عربی میں منتقل کیا گیا ہوتا۔ جیسا کہ فارس اور یونان وغیرہ کے ادبی اور علمی میراث کا عربی میں منتقل کیا ہوا بہت بڑا ذخیرہ اب بھی موجود ہے (۲۷)

رومن قانون کے حق میں فقہاء اسلام کے منفی موقف اختیار کرنے، اس سے اعراض کرنے اور اس کو اہمیت نہ دینے کا اصلی سبب یہ ہے کہ وہ یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ اسلامی شریعت ایک کامل شریعت ہے اور ایک ایسا عادلانہ قانون ہے جو لوگوں کے لئے خیر اور عدالت کو قائم کرتا ہے اس لئے کہ وہ وحی الٰہی کی بنیاد پر قائم ہے اسی لئے انہوں نے رومن قانون پڑھنے یا اس کی طرف التفات کرنے کی کوئی ضرورت محسوس نہیں کی۔ بلکہ اس کے متعلق محض اطلاع کی حد تک بھی توجہ

کرنے کی کوئی ضرورت محسوس نہیں کی۔

نیز ان کی دلیل کی دوسری شق بھی باطل ہے اس لئے کہ مسلم فقہاء رومن قانون کو پہچانتے ہی نہیں تھے اور اگر وہ پہچانتے ہوتے تب بھی اس کو اسلامی شریعت پر منطبق نہ کرتے اس لئے کہ شریعت اسلامی ایک ایسا قانون ہے جس کو دیگر قوانین کے مقابلہ میں دارالاسلام میں نافذ کرنا ضروری ہے (۲۸) اور مسلمان فقیہ کے لئے یہ گنجائش نہیں ہے کہ وہ اسلامی شریعت کے علاوہ کسی اور حکم کے مطابق فتویٰ دے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے کہ :۔

ومن لم یحکم بما انزل الله فاولئك هم الكافرون (۲۹)

یعنی اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے قانون کے مطابق فیصلہ نہ کرے سو ایسے لوگ بالکل کافر ہیں۔

نیز ارشاد ہے :۔

وانزلنا اليك الكتاب بالحق مصدقا لما بين يديه من الكتاب
ومهيمنا عليه فاحكم بينهم بما انزل الله (۳۰)

یعنی اور ہم نے یہ کتاب آپ کے پاس بھیجی ہے جو خود بھی صدق کے ساتھ موصوف ہے اور اس سے پہلے جو کتابیں ہیں ان کی بھی تصدیق کرتی ہے اور ان کتابوں کی محافظ ہے تو ان کے باہمی معاملات میں اسی بھیجی ہوئی کتاب کے موافق فیصلہ فرمایا کیجئے۔

نیز ارشاد ہے :۔

وان احكم بينهم بما انزل الله ولا تتبع اهواءهم (۳۱)

یعنی اور ہم حکم دیتے ہیں کہ آپ ان کے باہمی معاملات میں اس بھیجی ہوئی کتاب کے موافق فیصلہ فرمایا کیجئے اور ان کی خواہشوں پر عملدرآمد نہ کیجئے۔

مذکورہ بالا اور دیگر آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ کے نازل کردہ یعنی شریعت اسلامی کے مطابق حکم کرنا واجب ہے نہ کہ غیر شریعت کے مطابق حکم کرنا۔ مفسرین نے

بھی کہا ہے ۔ (۲۲)

اور مختلف مذاہب اسلامی کا بھی اسی پر اجماع ہے ۔ (۲۳)

لہٰذا اسلام کے فقہاء اور قضاۃ کے متعلق یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ انہوں نے اسلامی ملک میں رومن قانون کے مطابق فیصلے کئے ہوں ۔ اور یہ فرض کرنا بھی درست نہیں ہے کہ ان فقہاء کو ان ممالک میں ایسے جدید واقعات اور قانونی معاملات کا سامنا کرنا پڑا ، جن کے لئے کتاب و سنت میں کوئی صریح حکم موجود نہیں ہے لہٰذا انہیں رومن قانون کی طرف رجوع کرنا پڑا اس لئے کہ ایسی حالت میں فقہا ان مصادر کی طرف رجوع کرتے ہیں جن کی طرف شریعت اسلامی نے رہنمائی کی ہے یعنی اجماع اور قیاس اور ان مصادر میں رومن قانون جیسے کسی اجنبی مصدر کی طرف رجوع کرنے کا کوئی وجود نہیں ہے ۔ اس دلیل کے باطل و فاسد ہونے کے باوجود یہ ممکن ہے کہ کوئی شخص یہ کہے کہ رومن مفتوحہ ممالک میں فقہاء شریعت نے ایسے عرف و عادات پائے جن کے وہاں کے لوگ عادی تھے اور فقہا نے ان عرف و عادات کو شریعت کے اصول و احکام پر پیش کیا اور ان میں سے جو عرف و عادات صحیح تھے اور شریعت کے مخالف نہیں تھے انہوں نے ان کو برقرار رکھا جیسا کہ انہوں نے ان دیگر ممالک کے عرف و عادات کے متعلق کیا جو رومن حکومت کے ماتحت نہیں تھے جیسے عراق و فارس ۔ اور فقہاء شریعت اسلامی کا ان عرف و عادات کی رعایت کرنے اور ان کو برقرار و بحال رکھنے کی وجہ یہ نہیں ہے کہ رومن قانون نے ان کا اعتبار کیا ہے اور ان کا لحاظ رکھا ہے اس لئے اسلامی فقہاء اس کی پیروی کر رہے ہیں بلکہ اس کا سبب یہ ہے کہ شریعت اسلامی ہمیشہ صحیح عرف اور صحیح عادت کی رعایت اور ان کا لحاظ رکھنے کا حکم دیتی ہے (۲۴) ۔ جیسا کہ اس نے زمانہ جاہلیت کے عربوں کی عادات و عرف کے ساتھ کیا ہے اور صالح عادات و عرف کو برقرار رکھا ہے جو اسلامی شریعت کے احکام کے خلاف نہیں ہیں اس لئے کہ لوگوں کو ان کے عرف و عادات کے خلاف آمادہ کرنے میں سخت حرج اور بڑی تکلیف ہے اور شریعت

اسلامی کا اصول تخفیف (ہلکا کرنا) اور تیسیر (آسان کرنا) ہے اور حرج و تنگی کو دور کرنا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے :۔

یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر (۳۵)

یعنی اللہ تعالیٰ کو تمہارے ساتھ آسانی کرنا منظور ہے اور تمہارے ساتھ دشواری منظور نہیں

نیز ارشاد خداوندی ہے :۔

یرید اللہ ان یخفف عنکم (۳۶) یعنی اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم سے بوجھ ہلکا کرے۔

نیز ارشاد ہے :۔

ما یرید اللہ لیجعل علیکم من حرج (۳۷)

یعنی اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر تنگی کرے۔

نیز ارشاد ہے :۔

وما جعل علیکم فی الدین من حرج (۳۷ الف)

یعنی اللہ تعالیٰ نے تم پر دین میں کسی قسم کی تنگی نہیں کی۔

<u>چوتھی دلیل کا رد</u> :۔ اس دلیل کی رو سے ان لوگوں کا گمان یہ ہے کہ بعض رومن قانون زمانہ جاہلیت کے عربوں کی عادات میں داخل ہو گئے اس لئے کہ ان لوگوں کے تعلقات رومن حکومت کے باشندوں سے تھے اور جس طرح یہ نظام یہودیوں کی فقہ کی کتاب تلمود میں داخل ہوا اسی طرح یہ نظام اسلامی شریعت کی فقہ میں بھی داخل ہو گیا۔ اس لئے کہ اسلام نے زمانہ جاہلیت کے بعض نظاموں کو بحال رکھا ہے اور مسلمان فقہاء نے تلمود کے بعض احکام کا انتخاب کیا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رومن قانون کا کچھ حصہ اسلامی شریعت اور اس کی فقہ میں داخل ہو گیا اور وہ ان دونوں کا حصہ بن گیا۔

لیکن یہ نتیجہ جن مقدمات پر مبنی ہے وہ صحیح نہیں ہیں اس لئے کہ اطالوی مستشرق نالینو (NALLINO) کے قول کے مطابق کوئی ایسی دلیل موجود نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہو کہ رومن شریعت اسلامی شریعت میں زمانہ جاہلیت کے عربوں کے ذریعے داخل ہوئی ہے (۳۸) اور حقیقت یہ ہے

کہ اپنے پڑوس کی رومن سلطنت کے باشندوں سے عرب جاہلی کا تعلق بہت کمزور اور محدود تھا اس لئے کہ رومی سلطنت نے ملک شام میں جانے والے تاجروں کے لئے مخصوص منڈیاں مقرر کر دی تھیں جن سے باہر وہ نہیں جا سکتے تھے مثلاً عقبہ، غزہ اور بصریٰ۔ اسی وجہ سے رومی حکومت کے باشندوں سے ان کا میل ملاپ بہت کمزور تھا۔ مزید برآں چونکہ عرب امی تھے اور اجنبی لغات سے ناواقف تھے اس لئے رومن حکومت کے افراد سے عربوں کے میل ملاپ اور ربط و ضبط کی وجہ سے کوئی اثر ظاہر نہیں ہوا۔ (۳۹)

اور یہودیوں کی فقہی کتاب تلمود کی دلیل پیش کرنا مندرجہ ذیل وجوہ سے ان کے لئے مفید نہیں ہے :۔

(الف)۔ رومن بیزنطینی قانون جو کہ تیسری صدی میلادی کے بعد وجود میں آیا خود یہودی قانون سے متاثر ہوا ہے نہ کہ برعکس اسی وجہ سے عصر حاضر کے شارحین رومی قانون کے بعض نظام کی اصل یہودی قانون کو سمجھتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ رومن قانون یہودی قانون کے توسط سے شریعت اسلامی میں داخل نہیں ہوا۔

(ب)۔ راجح مذہب کی روح سے گذشتہ آسمانی شریعتیں اسلامی شریعت کا جزو اس وقت تک نہیں ہوتیں جب تک شریعت اسلامی سے کوئی دلیل قائم نہ ہو کہ وہ مسلمانوں کے حق میں شرعی قانون ہیں لہٰذا تلمود کے احکام اسلامی شریعت کا مصدر و ماخذ نہیں بن سکتے۔

(ج) تلمود میں ایسے بہت سے احکام موجود ہیں جو فقہ اسلامی کے خلاف ہیں مثلاً

(۱) یہود کے یہاں نکاح ایک مخصوص شکل کا عقد ہے جو اس وقت تک منعقد نہیں ہوتا جب تک مخصوص اشکال بکثرت موجود نہ ہوں۔ مثلاً عاقدین کا عبرانی زبان میں خاص الفاظ کا بولنا، عقد کی دستاویز تحریر کرنا، مردوں کی ایک خاص تعداد کی موجودگی میں نماز قائم کرنا اور عید و سبت کے ایام میں واقع نہ ہونا شرط ہے جبکہ فقہ اسلامی میں عقد نکاح طرفین کی رضامندی اور دو گواہوں کی موجودگی سے منعقد ہو جاتا ہے اور اس کے لئے

کسی خاص شکل یا مخصوص ایام کی شرط نہیں ہے۔

۲۔ یہودی قانون میں بغیر کسی حد کے تعدد زوجات جائز ہے جبکہ شرع اسلام میں صرف چار عورتوں سے نکاح جائز ہے۔

۳۔ یہودی قانون میں عورتوں کو اپنے مال میں کسی قسم کے تصرف کا حق نہیں ہے اس لئے کہ اس میں تعاقد کی اہلیت نہیں ہے اور اس کی تمام ملکیت اس کے شوہر کے لئے ہے وہ جس طرح چاہے اس میں تصرف کرے۔ لیکن شریعت اسلامی اس مسئلے میں یہودی قانون کی مخالف ہے اس لئے کہ وہ عورت کو اپنے اموال میں تصرف مکمل اہلیت وقدرت کا حق دیتی ہے جس میں شوہر کی اجازت کی مطلق ضرورت نہیں ہے۔

(۴)۔ اسلامی شریعت میں طلاق کسی خاص شکل کی قید کے بغیر واقع ہو جاتی ہے جب کہ یہودی قانون میں طلاق واقع ہونے کے لئے خاص شکل کا ہونا ضروری ہے مثلاً عبرانی زبان میں اس کو لکھنا اور عید و سبت کے ایام میں طلاق کا واقع نہ ہونا۔

(۵) اسلامی شریعت میں وارث کے موجود رہتے ہوئے اجنبی کے لئے ثلث مال کی وصیت جائز ہے اور یہودی قانون کی رو سے وصیت اس وقت تک جائز نہیں جب تک نرینہ اولاد موجود رہے۔

(۶) یہودی قانون میں ترکہ وارثوں کی طرف اپنے تمام حقوق (ماله وما علیه) کے ساتھ منتقل ہوتا ہے جبکہ وارث میراث کو قبول کرے۔ لیکن اسلامی شریعت کا حکم یہ ہے کہ ترکہ بار قرض کے بغیر وارث کو منتقل ہوتا ہے یعنی وارث کے لئے میت کا قرض ادا کرنا ضروری نہیں ہے البتہ میت کا قرض ترکہ تقسیم کرنے سے پہلے اس کے ترکہ میں سے تقسیم کر دیا جائے گا۔ اور ادائیگی قرض کے بعد جو کچھ بچے وہ ورثاء اس کے مستحق ہوں گے اور اگر پورا قرض ادا کرنے کے بعد کچھ باقی نہ بچے تو وارث کے ذمہ کچھ نہیں ہے۔

(۷) رضاعت اسلامی شریعت میں موانع نکاح میں سے ہے جبکہ یہودی قانون میں اس کا کچھ

اعتبار نہیں ہے۔

(۸) فقہ اسلامی میں تعزیری سزائیں موجود ہیں جبکہ یہودی قانون میں اس کا کوئی وجود نہیں ہے

مذکورہ بالا معروضات سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ یہودی قانون اور اسلامی شریعت میں جوہری اختلافات ہیں اور ان دونوں کے درمیان بہت کم اہمیت کے بعض جزئی احکام میں مشابہت ہے لہذا ان کا یہ دعویٰ باطل ہے کہ فقہ اسلامی یہودی قانون کے ذریعے رومن قانون سے متاثر ہوئی ہے (۴۰)

پانچویں دلیل کا رد۔ اس دلیل کی رو سے ان کا یہ گمان ہے کہ شریعت اسلامی اور رومن قانون کے بعض نظاموں میں مشابہت ہے لہذا اس سے پتہ چلتا ہے کہ شریعت اسلامی رومن قانون سے متاثر ہوئی ہے۔ لیکن ان کی یہ دلیل مندرجہ ذیل وجوہ سے ضعیف ہے۔ (۴۱)۔

پہلی وجہ۔ رومن قانون اور اسلامی شریعت میں جو قواعد متشابہ ہیں مثلاً رومن قانون میں ہے کہ بار ثبوت مدعی کے ذمہ ہے" اور اسلامی شریعت میں ہے !۔

البینة علی المدعی والیمین علی من انکر (۴۲)

یعنی بار ثبوت مدعی کے ذمے ہے اور جو شخص انکار کرے اس کے ذمے قسم ہے۔

یا مثلاً بغیر حق کے کسی دوسرے کا مال لینا دونوں قوانین میں منع ہے یہ اور اس طرح کے دیگر قوانین ان قواعد عامہ میں سے ہیں جو تمام شرائع میں موجود ہیں اور جن کی طرف عقل سلیم رہنمائی کرتی ہے اور انصاف جن کا تقاضا کرتا ہے۔ لہذا اس سلسلے میں مشابہت اس امر پر دلالت نہیں کرتی کہ بعد میں آنے والی شریعت یعنی شریعت اسلامی نے پہلے آنے والے قانون یعنی رومن قانون سے کچھ لیا ہے۔

دوسری وجہ۔ بعض نظام قانون میں دونوں شریعتوں کے درمیان جو مشابہت موجود ہے وہ اس امر پر حتمی دلالت نہیں کرتی کہ ایک نے دوسرے سے کچھ لیا ہے اس لئے کہ یہ مشابہت کبھی ظروف اجتماعیہ کے اس تشابہ سے ہوتی ہے جس سے دونوں شریعتیں گذری ہیں اور یہ تشابہ اسی

طرح ہے جس طرح کہ عقل سلیم بہت سے افکار میں ایک دوسرے کے مشابہ ہوتی ہیں۔ لہذا محض اس تشابہ کی وجہ سے یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ ایک شریعت نے دوسری کی نقل کی ہے اور اگر اخذ و اقتباس و تاثر کے متعلق کچھ کہنا ضروری ہے تو صحیح یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ رومن قانون نے شریعت اسلامی سے اخذ کیا ہے تاکہ صحیح معاشرہ کے مطابق ہو سکے اس لئے کہ امت مغلوبہ امت غالبہ کی تشریحات سے اخذ کرتی ہے اور اس کے برعکس نہیں ہوتا (۴۲)

تیسری وجہ۔ بعض نظام قانون میں ظاہری مشابہت کے علی الرغم دونوں شریعتوں میں بہت سے اہم اختلافات ہیں جو اس امر پر صاف طور سے دلالت کرتے ہیں کہ دونوں ایک دوسرے سے بالکل آزاد ہیں اور دونوں کے مصادر احکام مختلف ہیں اس لئے کہ رومن قانون میں ایسا نظام ہے جس کی نظیر شریعت اسلامی میں موجود نہیں ہے مثلاً

(الف) باپ کے اقتدار کا نظام :۔ یہ اقتدار خاندان کے سربراہ کے پاس ہوتا ہے اقتدار اپنی نرینہ اولاد پر اور اپنی اولاد کی اولاد پر اور متبنیٰ اولاد پر اور غیر شرعی اولاد پر جن کو شریعت نے بنوت عطا کی ہے یہ اقتدار حاصل ہوتا ہے اور یہ اقتدار مطلق ہوتا ہے جو اس شخص پر قائم ہوتا ہے جو اس اقتدار کے آگے جھکے اور اس کے تمام مکسوبہ مال پر حاوی ہوتا ہے اور یہ اقتدار اس وقت تک قائم رہتا ہے جب تک سربراہ خاندان زندہ رہے اور قانونی شخصیت سے متمتع رہے اور لڑکے کی عمر خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ اور اس اقتدار کی تہذیب اور اس کی شدت میں تخفیف کے علی الرغم اس میں سختی کے آثار باقی ہیں مثلاً سربراہ خاندان کو بوقت شدت ضرورت اپنی اولاد کو فروخت کرنے کا حق حاصل ہے اسی طرح سربراہ اپنے خاندان کے اموال کا مالک اور اس میں متصرف ہے اگرچہ اس کے ورثا بغیر کسی صحیح وجہ کے محرومیت سے منع کرئے گئے ہیں۔ (۴۳)

(ب) سیادت کے ذریعے نکاح :۔ اس قسم کا نکاح یا تو دینی طریقہ سے وقوع پذیر ہوتا ہے یا خریدنے کے طریقہ سے یا شوہر کے اپنی بیوی کے ساتھ معاشرت سے جس سے اس نے گذشتہ

دونوں طریقوں میں سے کسی ایک طرح سے بھی نکاح نہ کیا ہو۔ اور یہ معاشرت ایک سال تک ہو جس میں شوہر بیوی پر سیادت حاصل کر لیتا ہے اور اس نکاح کے آثار میں سے یہ بات ہے کہ بیوی اپنے اصلی خاندان سے شوہر کے خاندان کی طرف منتقل ہو جاتی ہے اور اپنے خاندان کے حق میں مردہ کے حکم میں شمار ہوتی ہے اور اپنے خاندان سے متعلق اس کے تمام حقوق ساقط ہو جاتے ہیں مثلاً وراثت اور وصیت۔ اور اپنے شوہر کے خاندان میں وہ ایسی ہو جاتی ہے جیسے وہ اس کی بیٹی ہے یا اس کی اولاد کی بہن ہے۔ اور اسی اعتبار سے وہ اپنے شوہر کی وارث بنتی ہے اور اپنے شوہر کی سیادت کے سامنے جھکتی ہے اور یہ سیادت باپ کے اقتدار کے مشابہ ہے لہذا شوہر کو اس کے بیع کا حق ہوتا ہے اور وہ اس کے حقوق کا مالک ہوتا ہے۔ اور اس سے حقوق حاصل کرتا ہے۔ اور نکاح کے وقت بیوی کے پاس جو مال ہوتا ہے۔ شوہر اس سے اس مال کو لے لیتا ہے (۴۵)

(ج) متبنیٰ بنانا۔ یہ ایک قانونی نظام ہے جس کا مقصد متبنیٰ اور متبنی کے درمیان مصنوعی رشتہ پیدا کر کے پدرانہ اقتدار ایجاد کرنا ہے۔ اور اس پر وہی آثار مرتب ہوتے ہیں جو نکاح سے پیدا ہونے والی اولاد پر ہوتے ہیں اور اس کی ایجاد کی خاص شرائط ہیں پس متبنیٰ گود لینے والے شخص کے خاندان میں داخل ہو جاتا ہے اور اس کے اقتدار کے سامنے جھکتا ہے اور گود لینے والا شخص متبنیٰ کے اموال کا مالک ہوتا ہے۔ (۴۶)

(د) ہبہ۔ نیز رومن قانون زوجین کے درمیان ہبہ کو حرام قرار دیتا ہے۔

چوتھی وجہ۔ شریعت اسلامی میں ایسا نظام قانون ہے جس کی نظیر رومن قانون میں نہیں ہے جیسے وقف و شفعہ کا نظام اور رضاعت کو مانع نکاح قرار دینا، نظام احتساب اور عقوبات میں تعزیرات کا نظام اسلامی شریعت میں موجود ہے لیکن رومن قانون میں موجود نہیں ہے اور بعض قانونی نظام جو دونوں میں مشترک ہیں ان کے قواعد مختلف ہیں جیسے نکاح کا نظام کہ رومن قانون میں صرف ایک بیوی کی اجازت ہے جبکہ شریعت اسلامی میں چار بیویوں کی اجازت ہے۔ اور رومن قانون میں زوجین

میں سے ہر ایک کو طلاق کا حق ہے اور شریعت اسلامی میں صرف شوہر کو طلاق کا حق ہے اور بیوی کو اس کا حق نہیں ہے مگر یہ کہ نکاح کے وقت وہ اپنے لئے حق طلاق کی شرط عائد کرے جیسا کہ معین حالات میں اسے طلب تفریق کا حق ہے جبکہ شوہر اسے تکلیف دے۔ اسی طرح نظام میراث میں جوہری اختلاف ہے۔ رومن قانون میں فروع اصول پر مقدم ہیں اور فروع کی موجودگی میں اصول وارث نہیں ہوتے البتہ فروع کی عدم موجودگی میں اصول وارث ہوتے ہیں اور عورتوں کو مردوں کے برابر حصہ ملتا ہے اور وارثوں کی طرف ترکہ مورث کے تمام حقوق و التزامات کے ساتھ منتقل ہوتا ہے اور وارثوں کو مورث کا قرض ادا کرنا لازم ہوتا ہے اگرچہ یہ ادائیگی وارثوں کے خاص اموال ہی سے کرنی پڑے لیکن شریعت اسلامی میں فروع کی موجودگی میں بھی اصول وارث ہوتے ہیں اور ایک مرد کو دو عورتوں کے برابر حصہ ملنا تو عام قاعدہ ہے اور جب تک قرض ادا نہ کر دیا جائے ترکہ تقسیم نہیں ہوتا اور اگر ترکہ قرض کی ادائیگی کے لئے کافی نہ ہو تو وارثوں پر اس کی ادائیگی ضروری نہیں ہے۔ اور مہر نکاح کے احکام میں سے ہے لیکن رومن قانون میں بیوی یا اس کے رشتہ دار شوہر کو مہر ادا کرتے ہیں جبکہ شریعت اسلامی میں شوہر بیوی کو مہر ادا کرتا ہے۔

پانچویں وجہ ۔ رومن قانون اپنے مختلف نظاموں میں رسمی اور وضعی شکل میں قائم ہے اور اپنی ترقی کے باوجود وہ ان شکلوں کو ختم نہیں کر سکا مثلاً ملکیت محض طرفین کے اتفاق سے منتقل نہیں ہوتی جب تک مخصوص اشکال کی پیروی نہ کی جائے اور یہ اشکالی قواعد قسطنطین کے زمانے تک باقی رہے بلکہ متعاقدین کی محض رضامندی اور محض طرفین کے اتفاق سے انتقال ملکیت انیسویں صدی میں نابلیون فرنسی کے زمانہ تک عام مبادی میں سے معتبر نہیں ہوتے۔ بخلاف شریعت اسلامی کہ وہ ابتدا ہی سے خاص قسم کے اشکال سے خالی ہے اس میں عقد کی تکمیل کے لئے کسی خاص رسمی صیغہ کی شرط نہیں ہے اسی طرح انتقال ملکیت کے لئے کسی خاص وضع کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ملکیت محض طرفین کے اتفاق سے منتقل ہو جاتی ہے۔

چھٹی وجہ ۔ رومن قانون بنیادی طور پر اخلاق اور قانون میں فرق کرتا ہے مثلاً قسطنطین کے وضع

کردہ قوانین میں یہ نص صراحتاً موجود ہے کہ حق کا غلط استعمال ناجائز نہیں ہے۔ بخلاف شریعت اسلامی کے کہ اس کے نظام قانون میں اخلاق کا بڑا دخل ہے۔ مثلاً رومن قانون نے معین شرائط کے ساتھ ملکیت حاصل کرنے کے لئے زبردستی کسی چیز کو حاصل کرنے کے نظام کو برقرار رکھا ہے جب کہ شریعت اسلامی نے اس نظام کو ترک کر دیا ہے اس لئے کہ اس کا نظام اخلاق غصب کو حق ملکیت میں تبدیل کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ اور نہ اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ محض مدت کا گذر جانا حقوق کو ثابت کرنے والا یا ان کو ساقط کرنے والا بنے۔ نیز شریعت اسلامی میں ایسے نظریات قانونی موجود ہیں جن کی بنیاد اخلاقی اعتبارات پہ ہے ان میں سے ایک نظریہ یہ ہے کہ حق کو غلط نہ استعمال کیا جائے اسی لئے اپنے حق کو حاصل کرنے کے لئے غلط طریقہ استعمال نہ کرنے کی قید ہے تاکہ کسی دوسرے کو نقصان نہ ہو اور اسی لئے شریعت اسلامی میں مطلق حقوق نہیں ہیں بلکہ ان میں ہمیشہ یہ قید ہوتی ہے کہ اس سے کسی دوسرے کو نقصان نہ پہنچے۔ اور جدید قوانین میں یہ نظریہ جدید ترین نظریہ سمجھا جاتا ہے لیکن شریعت میں یہ چیز شروع ہی سے موجود ہے مثلاً پڑوسی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ اپنی ملکیت میں اپنے حق کو اس طرح استعمال کرے کہ اس سے اس کے پڑوسی کو کوئی زبردست نقصان پہنچے۔ یا مثلاً نظریہ ضرورت کی بنا پر اگر کسی آسمانی آفت کی وجہ سے کھیتی برباد ہو جائے تو لگان ساقط ہو جائے گا اس لئے کہ زمین والے کو مصیبت پہنچی ہے لہٰذا وہ ہماری مدد کا مستحق ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ وہ زمین سے غلہ پیدا کرنے پر قادر نہیں ہے۔ اور بڑی حد تک نظریہ ظروف بھی نظریہ ضرورت کے مشابہ ہے جو بالکل آخری زمانہ میں فرانسیسی قانون میں داخل ہوا ہے۔ (۴۷)

خلاصہ - الغرض اسلامی قانون اور رومن قانون کے درمیان کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ وہ ایک مستقل قانون ہے اور اس کی فقہ نے رومن قانون سے علیحدہ ہو کر نشوونما پائی ہے اور اس کے احکام ایسے خاص مصادر سے ماخوذ ہیں جن کا کسی اجنبی قانون سے کوئی تعلق نہیں ہے اور یہ ان مستحکم قواعد کے مطابق ہے جن کی بنیاد پر علم اصول فقہ قائم ہے یعنی قرآن وسنت و

اجماع پروفیسر ڈاکٹر عبدالرزاق سنہوری نے کتنی سچی بات کہی ہے کہ رومن قانون عادتوں سے شروع ہوا اور دعوی و اجراءات شکلیہ کے راستہ سے اس نے نشوونما پائی اس کے برخلاف شریعت اسلامیہ کی ابتداء اللہ کی طرف سے نازل کردہ قرآن مجید سے شروع ہوئی۔ اور منطقی قیاسات و وضعی احکام کے راستہ سے اس نے نشوونما پائی۔ اور فقہاء اسلام نے نہ صرف رومی فقہاء بلکہ تمام عالم کے فقہاء پر سبقت و فوقیت حاصل کی اس لئے کہ انہوں نے ایسے عام مبادی و اصول مقرر کئے جو دیگر انواع سے مختلف ہیں یعنی مبادی احکام کو اس کے مصادر سے استنباط کا اصول جس کا نام انہوں نے علم اصول الفقہ رکھا ہے۔ (۴۸)

لہٰذا شریعت اسلامی اور رومن قانون میں بنیادی اختلاف ہے اس لئے کہ شریعت اسلامی کے قانون کی بنیاد وحی پر ہے اور یہ شریعت اسلامی کا نمایاں ترین فرق ہے جو اسے دیگر شرائع سے ممیز کرتا ہے اور قانون اسلامی اور رومن قانون اور اس کے علاوہ دیگر وضعی قوانین کے درمیان بھی اہم اور بین فرق ہے اور اسی کے متعلق فرانسیسی عالم زیلیس (Zeys) نے بالکل حق بات کہی ہے کہ :۔

جب میں اسلامی فقہ کی کتابیں پڑھتا ہوں تو مجھے محسوس ہوتا ہے کہ رومن قانون کے متعلق مجھے جو کچھ معلوم ہے میں سب بھول گیا ہوں اور میں یہ اعتقاد کرنے لگتا ہوں کہ رومن قانون اور شریعت اسلامی کے درمیان کوئی تعلق نہیں ہے اس لئے کہ رومن قانون انسانی عقل پر اعتماد کرتا ہے اور شریعت وحی الہٰی پر قائم ہے ...... لہٰذا اس قدر بنیادی اختلاف کے باوجود دونوں قانونی نظاموں کے درمیان کسی قسم کے تعلق کا کیسے تصور کیا جا سکتا ہے۔ (۴۹)

درحقیقت شریعت اسلامی ایسے نظام قانون پر مشتمل ہے کہ رومن قانون اپنا ترقی کے آخری دور میں بھی وہاں تک نہیں پہنچ سکا مثلاً تصرفات میں نیابت کا صحیح ہونا یعنی تصرفات میں کسی شخص کا دوسرے کے قائم مقام ہونا۔ یہ ان مبادی میں سے ہے جس کا تمام جدید قوانین اعتراف کرتے ہیں لیکن رومن قانون نے قسطنطین کے عہد تک اسے تسلیم نہیں کیا تھا۔ البتہ رومن قانون

کے آخری دور میں بعض مستثنیات میں نیابت کاملہ کی اجازت دی گئی ہے۔ (۵۰)

مذکورہ بالا وجوہات سے یہ حقیقت عیاں ہو جاتی ہے کہ شریعت اسلامی بذات خود قائم ہے اور اس نے کسی غیر سے کوئی مدد نہیں لی ہے۔ اسی لئے ڈاکٹر شفیق شحاتہ نے یہ حق بات کہی ہے کہ :۔

" ہم دیکھتے ہیں کہ شریعت اسلامی کے رومن قانون سے مدد لینے کے سلسلے میں عہد قدیم و جدید میں جو باتیں کہی گئی ہیں وہ بے حد کمزور بلکہ غلط ہیں۔ (۵۱)

بلکہ بعض جدید محققین کی تو یہ رائے ہے کہ رومن قانون نے فقہ اسلامی سے مدد لی ہے اس لئے کہ اسپین میں عربی زبان سے لاطینی زبان میں ترجمہ ہو چکا تھا۔ (۵۲)

اور بعض محققین اس بات کو ترجیح دیتے ہیں کہ یورپ میں علمی ارتقاء کے دور میں رومن قانون کے بعض شارحین نے جو بولونیا، اطالیہ وغیرہ کے یورپی مدارس سے فارغ التحصیل ہوئے تھے انہوں نے اپنی شرحوں میں فقہ اسلامی کے بعض نظام قانون کو داخل کر دیا جو ان کو اندلس وغیرہ کے راستے سے پہنچے تھے۔ (۵۳)

حواشی وحوالہ جات

۱۔ سورہ فاطر۔ آیت ۲۴۔

۲۔ سورۃ الانبیاء۔ آیت ۲۵۔

۳۔ سورہ النحل۔ آیت ۳۶۔

۴۔ سورۃ الشوریٰ۔ آیت ۱۳۔

۵۔ سورہ المائدہ۔ آیت ۴۸۔

۶۔ سورہ الجاثیہ۔ آیت ۱۸۔

۷۔ تفسیر المنار ج۔ ۶۔ ص ۴۱۴۔

۸۔ ابوزہرہ محمد اصول الفقہ۔

۹۔ تفسیر المنار۔ ج ۵ ص ۳۶۔ ۱۴۴۔ ج ۶ ص ۴۱۷۔

۱۰۔ سورہ المائدہ۔ آیت ۴۸۔

۱۱۔ تفسیر المنار۔ ج ۶ ص ۴۱۲۔

۱۲۔ سورہ الاعراف۔ آیت ۲۰۳۔

۱۲۔ (الف) سورہ الانعام۔ آیت ۵۰

۱۳۔ سورہ البقرہ۔ آیت ۱۸۳۔

۱۴۔ تفسیر المنار۔ ج ۶ ص ۴۱۶، ۴۱۷

۱۵۔ سورہ المائدہ۔ آیت ۴۸۔

۱۶۔ سورہ الجاثیہ۔ آیت ۱۸۔

۱۷۔ ڈاکٹر صوفی حسن ابوطالب بین الشریعۃ الاسلامیۃ والقانون الرومانی ص ۶۔ ڈاکٹر صبحی محمصانی فلسفۃ التشریع فی الاسلام ص ۱۸۸۔

۱۸- احمد امین فجر الاسلام ج ۱ - ص ۲۰۳ - ڈاکٹر صوفی حسن ابو طالب بین الشریعۃ و القانون الرومانی ص ۱۰ -

۱۹- المقریزی - امتاع الاسماع - ج ۱ - ص ۸، ۹ -

۲۰- سورہ العنکبوت آیت ۴۸ -

۲۱- سورہ الحجر - آیت ۹ -

۲۲- سورہ الحاقہ - آیت ۴۴ - ۴۵ -

۲۳- ڈاکٹر صوفی حسن ابو طالب - بین الشریعۃ الاسلامیۃ والقانون الرومانی ص ۴۸ -

۲۴- ڈاکٹر صوفی حسن ابو طالب - بین الشریعۃ الاسلامیۃ والقانون الرومانی ص ۵۲ -

۲۵- ڈاکٹر عبدالکریم زیدان - المدخل لدراستہ الشریعۃ ص ۸۰، ۱۶۷ - ۱۷۰ -

۲۶- البزاز عبدالرحمن الموجز فی تاریخ القانون ص ۱۰۱ - ڈاکٹر صبحی محمصانی - فلسفہ التشریع فی الاسلام ص ۱۹۵ -

۲۷- ڈاکٹر محمد یوسف موسیٰ - الفقہ الاسلامی ص ۸۷ -

۲۸- ڈاکٹر عبدالکریم عبدالکریم زیدان - احکام الذمیین والمستامنین فی دار الاسلام ص ۵۹۲ - ۵۹۴ -

۲۹- سورہ المائدہ - آیت ۴۴ -

۳۰- سورہ المائدہ - آیت ۴۸ -

۳۱- سورہ المائدہ - آیت ۴۹ -

۳۲- تفسیر الطبری ج ۶ ص ۲۶۸ - تفسیر الرازی - ج ۱۲ - ص ۱۱ - تفسیر ابن کثیر ج ۲ - ص ۶۱، ۶۶ - تفسیر المنار - ج ۶ - ص ۳۹۹ - ۳۰۸ - ۴۲۰ - تفسیر القرطبی ج ۶ ص ۱۸۶ -

۳۳- فقہ ظاہری میں محلی ج ۹ ص ۳۶۲ - ۴۲۵ - فقہ زیدی میں شرح الازہار ج ۴ ص ۲۶۸ والبحر الزخار ج ۵ ص ۳۶۶ - فقہ جعفری میں جواہر الکلام و سفینۃ النجاۃ ج ۲ ص ۳۸۰،

فقہ حنبلی میں المغنی ج ۸ ص ۲۵ ۵ و منتہی الارادات ج ۱ ص ۴۳۲ و کشاف القناع
ج ۱ ص ۴۳۱ - فقہ شافعی میں الام ج ۳ ص ۱۲۹ - ۱۳۱ - ج ۵ ص ۲۵۵ - ج ۷ ص ۸۵
المہذب ج ۲ ص ۲۷۳ - فقہ مالکی میں المدونۃ الکبری ج ۳ ص ۱۴۲ - ج ۸ ص ۹۷ - شرح
الخرشی ج ۳ ص ۲۲۰ - فقہ حنفی میں شیخ محمد بخیت المطیعی کی ارشاد الامۃ الی احکام الحکم بین
الذمۃ ص ۲۱ - جصاص ج ۲ ص ۴۳۶ - الکاسانی ج ۷ ص ۱۳۱ - ھدایہ ج ۸ ص ۲۸۸ -

۳۴ - ڈاکٹر عبدالکریم زیدان - الوجیز فی اصول الفقہ ص ۲۴۰ - ۲۴۴ -

۳۵ - سورہ البقرہ آیت ۱۸۵ -

۳۶ - سورہ النساء - آیت ۲۷ -

۳۷ - سورہ المائدہ - آیت ۶ - (۳۷ - الف) سورہ الحج - آیت ۷۸ -

۳۸ - ڈاکٹر عبدالکریم زیدان - علاقات الفقہ الاسلامی بالقانون الرومانی - مجلہ المسلمون - جلد خامس
ص ۵۷۴ - ومابعد -

۳۹ - ڈاکٹر صوفی حسن ابوطالب - بین الشریعۃ الاسلامیہ والقانون الرومانی ص ۲۵ - ۲۷ -

۴۰ - ڈاکٹر صبحی محمصانی - فلسفۃ التشریع فی الاسلام ص ۱۹۵ - ۱۹۶ - ڈاکٹر صوفی حسن ابوطالب -
بین الاسلام والقانون الرومانی ص ۶۳ ومابعد

۴۱ - ڈاکٹر علی البدوی - ابحاث فی تاریخ الشرائع مجلہ - القانون والاقتصاد المصریۃ السنۃ الاولی
ص ۳۳۷ ومابعد - عبدہ حسن الزیات مذکرات فی تاریخ القانون ص ۱۴۰ ومابعد ڈاکٹر
یوسف موسٰی - الفقہ الاسلامی ص ۸۰ ومابعد - ڈاکٹر صوفی حسن ابوطالب بین الاسلام والقانون
الرومانی ص ۱۰۰ ومابعد - عبدالرحمن البزاز الموجز فی القانون ص ۲۷۶ ومابعد - ڈاکٹر صبحی محمصانی
فلسفۃ التشریع فی الاسلام ص ۱۸۹ - ۱۹۳ -

۴۲ - البیہقی السنن الکبری ۸/ ۱۲۳ - ۲۵۲/۱۰ ، الزیلعی نصب الرایہ ۳/ ۹۵ - ۹۶ ، العسقلانی
الدرایہ ۲/ ۱۷۵ - رقم ۸۲۰ ، العسقلانی تلخیص الحبیر ۳/ ۲۰۸ رقم ۲۱۳۵ ، ابن قطلوبغا

تخریج احادیث البزدوی ص ۱۷۵ - ۱۷۶ الترمذی سنن ۲/ ۲۹۹ رقم ۱۳۵۶، الاحوذی تحفۃ رقم ۱۳۵۶، ابن الاثیر جامع الاصول ۱۰/ ۵۵۴ رقم ۱۵۷، ۱۰/ ۵۵۵ رقم ۷۶۵۸، الدارقطنی ۳/ ۱۱۱-۴/ ۲۱۷ - ۲۱۸، السیوطی الجامع الصغیر ۱/ ۱۲۸، المناوی التیسیر/ ۱/ ۳۴۴، البخاری الرحمن ۲/ ۵۲، المسلم الاقضیۃ ۳/ ۱۳۳۶ رقم ۲/ ۱۷۱۱، المسلم شرح النووی ج ۲ ص ۲، ابن ماجہ الاحکام ۲/ ۷۷۸ رقم ۲۳۲۱ - ابو حنیفہ مسند ص ۲۲۰ - رقم ۴۹۴ ابوحنیفہ جامع المسانید ۲/ ۲۷۰ - ۲۷۱ -

۴۳ - مقدمہ ابن خلدون ص ۱۴۷ -

۴۴ - ڈاکٹر عبدالمنعم البدراوی، ڈاکٹر محمد عبدالمنعم بدر مبادی القانون الرومانی ص ۲۱۱ - ۲۲۱ - ۲۲۳ -

۴۵ - ڈاکٹر عبدالمنعم البدراوی مبادی القانون الرومانی ص ۲۳۲ - ۲۳۵ -

۴۶ - ڈاکٹر عبدالمنعم البدراوی مبادی القانون الرومانی ص ۲۱۱ - ۲۱۵ -

۴۷ - ڈاکٹر عبدالکریم زیدان کتاب احکام الذمیین والمستامنین ص ۱۷۱ -

۴۸ - ڈاکٹر السنہوری اصول القانون ص ۱۳۲ -

۴۹ - ڈاکٹر صوفی حسن ابوطالب بین الشریعۃ الاسلامیۃ والقانون الرومانی ص ۱۰۹ -

۵۰ - ڈاکٹر شفیق شحاتہ - النظریۃ العامۃ الالتزامات فی الشریعۃ الاسلامیۃ ج ۱ ص ۹۰ -
ڈاکٹر عبدالمنعم البدراوی و ڈاکٹر عبدالکریم بدر - مبادی القانون الرومانی ص ۵۶۰ - ۵۶۱

۵۱ - ڈاکٹر شفیق شحاتہ - النظریۃ العامۃ للالتزامات فی الشریعۃ الاسلامیہ - ص ۷۶ -

۵۲ - عبدہ حسن الزیات - الموجز فی تاریخ القانون - حاشیہ ص ۱۴۵ - ۱۵۲ -

۵۳ - ڈاکٹر صبحی محمصانی - فلسفہ التشریع فی الاسلام ص ۱۹۳ - ۱۹۴ -